☆☆☆

ہاڑوتی کا حالیٔ ثانی.....شبھو دیال دانش

از۔روشن آرا۔

(ریسرچ اسکالر۔شعبۂ اردو۔موہن لال سکھاڑیہ یونیورسٹی،اودے پور۔(راج)

ملخص

میرا خیال یہ ہے کہ اس ہاڑوتی کے علاقے میں اردو شعر و ادب پر ابھی تک زیادہ توجہ

نہیں دی گئی ہے۔اس سلسلے میں پورے راجستھان میں صرف مفتوںؔ کوٹوی صاحب (وفات۔۱۹۸۰ء) کا ہی نام سامنے آتا ہے جنھوں نے تینوں ریاستوں میں اردو شعر و ادب کا بہت قریب سے جائزہ لیا ہے۔انھوں نے اپنی ذاتی تگ و دو سے بہت سے تحقیقی مضامین تحریر کئے جو ملک کے مختلف رسائل میں شائع ہوتے رہے۔میں نے بڑی جستجو سے ان مضامین کو تلاش کیا ہے جن سے استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

بیسویں صدی میں ہاڑوتی علاقہ کے شعر و ادب پر اور اردو زبان کی ترویج و ترقی میں جن شعراء اور ادباء نے اپنی خدمات انجام دی ہیں انھیں کسی طور پر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ایسے لوگوں میں آغا شاعر قزلباش، نیرنگ کاکوروی، شمبھو دیال دانش، کیف ٹونکی، ثابت لکھنوی، پربھو دیال رقم، اور مفتوں کوٹوی جیسے اہل علم کے نام سرفہرست ہیں۔ان کی خدمات اور ادبی کارنامے دیکھ کر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اگر یہ لوگ اردو شعر و ادب پر اور اس کی ترویج کے سلسلے میں کوششیں نہیں کرتے تو اس علاقے میں اردو کبھی کی ختم ہو گئی ہوتی۔اس لئے ان کی خدمات کا سامنے آنا ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆

راجستھان ابتدا سے ہی ایک اہم اور تاریخی صوبہ رہا ہے۔جسے پہلے راجپوتانہ بھی کہا جاتا تھا۔اور اس کے علاقے مختلف ناموں سے آج بھی مشہور ہیں۔جیسے میواڑ، مارواڑ، دھونڈار اور ہاڑوتی۔یہ بھی ایک سچائی ہے کہ یہاں کے راجپوت تلوار کے دھنی تھے صاحب قلم نہیں تھے۔لیکن علم و ادب کے بڑے قدردان تھے۔یہاں کے حکمرانوں نے ہمیشہ ہی ارباب علم و ادب کی پذیرائی کی ہے۔مغلوں کے دور میں یہاں تعلیم اور زبان و ادب پر توجہ کی جانے لگی۔کیوں کہ شہنشاہوں کے جو فرامین یا سیاسی خطوط آتے تھے وہ فارسی زبان میں ہوا کرتے تھے۔لہٰذا فارسی زبان و ادب پر توجہ دی جانے لگی تھی۔

ہاڑوتی راجستھان کا ایک مردم خیز اور زرخیز علاقہ ماضی میں تھا اور آج بھی ہے۔چودھویں صدی تک بھیل قوم کے کئی قبیلے یہاں آباد تھے جنھیں ہاڑا راجپوتوں نے مار بھگایا۔اور شہر بوندی کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔اس وقت سے یہ علاقہ ہاڑا راجپوتاؤں کی مناسبت سے ہاڑوتی کہلانے لگا۔اس علاقے میں ان کا کافی اثر و رسوخ تھا۔ہاڑا راجپوت: چوہان راجپوت کے خاندان کی ایک اہم شاخ ہے۔یہ کم و

بیش پانسو سال تک اس علاقے کے مختلف حصوں پر قابض رہے۔

ریاست بوندی کی بنیاد ۱۳۴۲ء میں رکھی گئی۔اس کے حکمران راجپوتوں کے ہاڈا نسل سے تھے۔اسی لئے یہ علاقہ ہاڑوتی کہلاتا ہے۔یہاں کے حکمران مغل بادشاہوں کے درباری تھے جہاں سے ان کو اعزازات ملتے تھے۔بوندی کا راجہ راؤ رتن سنگھ(۱۶۱۸ء۔۱۶۸۸ء) جہان گیر کے دربار میں پنج ہزاری منصب پر فائز تھا۔اس نے سر بلند رائے اور رام راج کے خطابات پائے تھے۔

علاقائی اعتبار سے اس علاقے کی عوامی زبان کا بھی ایک خاص رنگ ومقام ہے۔یہاں بولی جانے والی زبان کو ہاڑوتی زبان ہی کہا جاتا ہے۔جو میواڑی،مارواڑی اور ڈھونڈاری سے قدرے مختلف ہے۔اٹھارویں صدی میں ہاڑا خاندان کے ہی کچھ لوگوں نے بوندی سے علیحدہ ہوکر کوٹہ ریاست کی بنیاد رکھی۔انگریزوں کے دور میں ریاست کوٹہ سے الگ ہوکر جھالا راجپوتوں نے جھالا واڑ کے نام سے ایک نئی ریاست قائم کرلی۔اس طرح بوندی،کوٹہ اور جھالا واڑ،تینوں ریاستوں کو ملا کران کے علاقے کو ہاڑوتی کہا جاتا ہے۔

تینوں ریاستوں میں بوندی واحد ایسی ریاست ہے جس میں کبھی اردو سرکاری زبان نہ بن سکی۔اس کے برعکس کوٹہ اور جھالا واڑ میں بڑے عرصہ تک اردو سرکاری زبان کے طور پر استعمال ہوتی رہی۔بوندی کے حکمراں صرف ہاڑوتی زبان میں ہی سرکاری کام کاج پسند کرتے تھے۔اگر ہم بوندی کو نظر انداز کربھی دیں تو کوٹہ اور جھالا واڑ میں اردو شعروادب نے بے پناہ عروج حاصل کیا۔ریاست کے حکمراں بھی اس کی ترقی کا سبب بنے۔۱۹۱۱ء تک دونوں ریاستوں میں اردو کا زبردست چلن رہا۔

ریاستی دور میں جھالا واڑ میں اردو نثر اور نظم کو بہت عروج حاصل ہوا تھا۔ان ایام میں شعراء بھی بڑی تعداد میں موجود تھے۔اس سلسلے میں ایک کتاب کا نام سامنے آتا ہے،وہ ہے''ہاڑوتی کا دبستان شاعری''جس کو ۲۰۱۹ء میں جے پور سے شائع کیا گیا ہے۔جس میں ہاڑوتی کے جھالا واڑ کے شعری ادب پر گفتگو کی گئی ہے۔اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ جھالا واڑ کی شاعری کے ذکر کے بغیر راجستھان کے شعری ادب کی تاریخ نامکمل رہے گی۔

دنیا کی ہر زبان کے ادب میں ہمیشہ ایک مقصد پوشیدہ ہوا کرتا ہے۔اور وہ مقصد فنکار کو نہ صرف اپنی منزل کی جانب گامزن کرتا ہے بلکہ اپنے پیچھے ادب کا ایک کارواں بھی بنالیتا ہے۔جو آنے والی نسلوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ریاست جھالا واڑ میں بیسویں صدی کے اوائل میں ایسی ہی شاعری

سامنے آتی ہے، جس میں سرسید اور حالی کے اصلاحی پیغامات مضمر ہیں۔ شنبھو دیال دانشؔ دہلوی جو ریاست جھاواڑ میں ناظرِ عدالت اور سول جج تھے اور جنھیں وہاں کے دربار میں بڑا منصب بھی حاصل تھا، ان کی ''کلیات دانش'' (مطبوعہ ۱۹۲۶ء) کا اگر مطالعہ کریں تو ایسی ہی با مقصد شاعری ہمارے سامنے آتی ہے۔ ان کی مشہور نظمیں میں ''قومی نظم'' بہت مشہور ہے۔ ان کی دیگر مشہور نظموں میں، پرانی شاعری، شانِ ایمان، شاعر کی دعا، دغاباز دوست، آدمی کی پہچان، رکابی مذہب، خوشامد پسند حاکم، اہل ہند سے اپیل، تعلیم کا کرشمہ، بے حیا مشہور و معروف نظمیں ہیں۔ ان نظموں کے مطالعہ کے بعد اگر انھیں راجستھان کا حالیؔ ثانی کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ دانشؔ سرسید اور حالی کے تحریکات سے نہ صرف واقف تھے بلکہ ان سے متاثر بھی ہوئے تھے۔

جھالاواڑ کے راجہ بھوانی سنگھ (۱۸۸۶ء۔۱۹۲۹ء) کے دور میں شمبھو دیال دہلی سے جھالاواڑ آئے تھے۔ ان کے ابتدائی حالات کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ ''کلیات دانش'' کی ابتدا میں دانشؔ خود لکھتے ہیں:

> ''مجھے اپنی اس ناچیز تصنیف کی اعلیٰ کامیابی پر جس قدر ناز و افتخار ہو بجا ہے کیوں کہ میرے آقائے نامدار، میرے ولی نعمت، میرے سرپرست حضور پرنور عالی جناب معلی القاب شری حضور مہاراج رانا بھوانی سنگھ جی صاحب بہادر دام اقبالہم فرمانروائے ریاست جھالاواڑ نے اس کلیات کے چھپوانے اور تصنیف کرانے میں میرے ساتھ جو کچھ احسانات فرمائے ہیں ان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میں خاطر خواہ الفاظ فراہم نہ کرسکتا تھا کہ دوسری نوازش خسروانہ یہ فرمائی کہ میری درخواست پر بحکم ۱۴؍اکتوبر، ۱۹۲۶ء اس مجموعہ کو اپنے مبارک نام نامی پر ''سمرپن'' کرنے کی اجازت عطا فرما کر اس کتاب کے ناظرین کی نگاہوں میں اپنے اس نمک خوار کی بے انتہا شان بڑھادی۔ ۔کمترین....شمبھو دیال دانشؔ سول جج۔ ریاست جھالاواڑ''۔

اس اقتباس سے یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ مہاراجہ بھوانی سنگھ کے عہد میں نہ صرف جھالاواڑ میں موجود تھے بلکہ سول جج بھی تھے اور مہاراجہ کے نور نظر بھی تھے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ جھالاواڑ میں ادبی مرکزیت رکھتے تھے۔

دانشؔ کی ابتدائی شاعری میں ہندوستان کا روایتی انداز پایا جا تا ہے۔لیکن بعد میں ملک کے حالات کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے دانشؔ نے اپنی شاعری کا رنگ بدل ڈالا۔انھوں نے قومی یکجہتی کی اہمیت،تعلیم کی ضرورت،سماجی غیرضروری رسم ورواج،جیسے اہم مسائل کواپنی شاعری کا موضوع بنایا۔عبد الوحید نیرنگؔ نے کلیات دانش کا دیباچہ لکھا ہے،اس میں دانشؔ کی شخصیت اور شاعری پر توصیفانہ انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔اسی کلیات میں مہاراجہ کی تقریر بھی شامل ہے جو دانشؔ کی توصیف میں سر دربار مہاراجہ نے فرمائی تھی۔اوراپنی سالگرہ کے موقع پر دانشؔ کوملک الشعراء کا خطاب بھی عطا کیا تھا۔

نمونہ کلام یہ ہے۔

کبھی ایسی کرتے تھے ہم شاعری   کہ خود بے حیائی بھی شر ماتی تھی
رقیب اپنے فرضی بناتے تھے ہم   شرافت کو بٹہ لگاتے تھے ہم
کبھی وہ مضامین موزوں کئے   کہ شیطان کو بھی نہیں سوجھتے
سراپا کسی کا اگر لکھ دیا   تو بے غیرتی نے بھی منھ ڈھک لیا

(پرانی شاعری۔کلیات دانش،جیل پریس،جھالاواڑ،۱۹۲۶ء۔ص۔۵۔۶)

سماجی برائیوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے دانش فرماتے ہیں:

ایک دن یمراج نے پرماتما سے عرض کی   تیری ساری منصفی گنگا بہا کر لے گئی
بے تکلف بخش دیتی ہے وہ بندوں کی خطا   ہو گیا کایا پلٹ ،اشنان جس نے کر لیا
اس کی رحمت پر میں صدقہ اس کی شفقت پہ نثار   ایک غوطے میں لگاتی ہے گنہ گاروں کو پار
تو تو کہتا تھا کہ انساں کرم کا پھل پائیگا   کوئی پاپی آدمی ہرگز نہ بخشا جائے گا
وید تیرے طاق میں گنگا نے لیکن دھر دئے   بڑھ گئے مولا گنہ گاروں کے بے حد حوصلے

(نجات کی امید برگنگا اشنان۔کلیات دانش۔۱۹۲۶ء)

دانشؔ کی ’’قومی نظم‘‘ کے چنداشعار ملاحظہ فرمائیں،ان سے اندازہ ہوجائے گا کہ ان کے فکرو نظریات کیا تھے۔یہ ایک طویل نظم ہے،اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس نظم کو عوام کی فرمائش پرعلیحدہ سے کتابی شکل میں شائع کیا گیا تھا۔۔اس نظم میں وہ ہندوستانیوں سے براہِ راست مخاطب ہیں،اور خطاب کے انداز میں فرماتے ہیں،

کبھی آپ لوگوں نے دل میں یہ سوچا   کہ دنیا میں کیا مرتبہ تھا ہمارا
کبھی آپ نے اپنا شجرہ بھی دیکھا   کہ ہم کس گھرانے کے تھے نام لیوا
ہمارے بزرگوں کے کیسے چلن تھے   وہ کتنے طرفدارِ اہلِ وطن تھے
تم اُس کان کے جوہرِ خوش نما تھے   تم اس بحر کے گوہرِ بے بہا تھے
تم اس باغ کی جانفزا رنگ و بو تھے   تم اس ملک کی زینت و آبرو تھے
تم اُس دیش کی آب و گِل سے بنے تھے   کہ رام و لکھن جس سے پیدا ہوئے تھے

ان اشعار کے بعد ہندوستانیوں کے شاندار ماضی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

وہی قوم بھارت کی روحِ رواں تھی   وہ پشت و پناہِ بے کساں تھی
وہ حاجت روائے دلِ مفلساں تھی   حقیقت تو یہ ہے وہ جانِ جہاں تھی
وہ مصدر تھی مخزن تھی علم و ہنر کی   لیاقت رگ و پے میں اس کے بھری تھی
کروڑوں بشر تھے مگر ایک دل تھے   اگر فرق تھے ان میں تو قالبوں کے
اسی کا زمانے میں بجتا تھا ڈنکا   اسی کا رہا کرتا تھا بول بالا

ہندوستانی قوم کی موجودہ حال پر افسوس کرتے ہیئے دانش لکھتے ہیں،

مگر اس کی تم نے یہ حالت بنائی   زمانے میں توقیر اتنی گھٹائی
مٹاتے مٹاتے یہاں تک مٹائی   قیامت سے پہلے کردی صفائی
پڑے بھاڑ میں جا کر ایسی جہالت   گڑے جا کے پاتال میں یہ حماقت
رذیلوں سے بدتر ہے آج اس کی ہستی   شرافت کے ڈھانچے میں جو ڈھل رہی تھی

دانش کے یہ فکر و نظریات، صرف نظم تک ہی محدود نہیں تھے، بلکہ وہ اپنی غزلوں میں بھی پاکیزہ مضامین قلم بند کرتے تھے۔ ذیل میں غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ہر گز وہ اعتبار کے قابل نہیں بشر   جس کو خدا کا خوف قیامت کا ڈر نہ ہو
جانور کا نام تھا عنقا کبھی   اب جہاں میں آدمی کا ہو گیا
دنیا میں کوئی شے نہیں نایاب، یہ غلط   بتلائیے پتہ تو کسی غم گسار کا
مد نظر تھی یار کی دانش رضا مجھے   کہنا پڑا ہر اک سخن پر بجا مجھے

بد گمانی ہو تو میرے دل میں ہو ❀ آپ کو کیوں وہم پیدا ہو گیا

(ہاڑوتی کا دبستان شاعری۔ڈاکٹر شاہد جمالی۔راجپوتانہ اردو ریسرچ اکیڈمی،جیپور۔۲۰۱۹ء۔ص۔۸۸)

دانشؔ ایک خوش نصیب انسان تھے جنھیں مہاراجہ کی سرپرستی کے علاوہ نیرنگ کاکوروی، عالم گیر کیفؔ ٹونکی اور آغا شاعر قزلباش جیسے مشہور و معروف شعراء کا ساتھ ملا۔جھالا واڑ کے سرکاری رسالے''آفتاب'' کا ۱۹۲۰ء میں احیا کیا گیا تھا،جس کے ایڈیٹر آغا شاعر قزالاش بنائے گئے تھے۔یہ رسالہ ۱۹۲۷ء تک جاری رہا۔ان سات سالوں میں مذکورہ حضرات کی بیشتر تخلیقات اس رسالے میں شائع ہوتی رہی ہیں۔آخر میں والیٔ ریاست مہاراجہ راجندر سنگھ مخمورؔ کا ذکر کرنا ضروری سمجھتی ہوں،جنھوں نے اس علاقے میں اردو زبان و ادب کی ترویج و ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ریاست میں ہندی کو سرکاری زبان بنائے جانے کے باوجود اردو کی سرپرستی کرتے رہے۔

مہاراجہ راجندر سنگھ۔مخمورؔ

والی ریاست جھالا واڑ،(۱۹۲۹ء۔۱۹۴۲)خود بھی ایک اچھے شاعر تھے۔مخمورؔ تخلص کرتے تھے۔حالانکہ ان کا دیوان بھی مرتب ہو چکا تھا لیکن زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکا۔مخمو شاعری میں اصلاحی پہلی اور اخلاقی مضامین پسند فرماتے تھے۔اپنے دور کے کئی حالات اور واقعات کا انھوں نے اپنی شاعری میں ذکر کیا ہے ۔مفتوں کوٹوی نے مخمور کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔مندرجہ ذیل سطور ان کے حوالے سے لکھی جا رہی ہیں۔

''مہاراجہ نے اردو کی خدمت کا جذبہ ورثہ میں پایا تھا۔ان کے والد مہاراجہ بھوانی سنگھ(۱۸۹۹۔۱۹۲۹)نے بھی اردو کی بڑی خدمات انجام دی تھیں۔''۔''جب مسند آرائے ریاست ہوئے تو انھوں نے بھی ریاست میں ذوف شعر وسخن کو تازہ رکھل۔راجندر سنگھ خود شاعر تھے۔اردو میں مخمور اور ہندی میں سدھا کر تخلص کرتے تھے۔انھوں نے مویوی نیرنگ کو اپنا استاد سخن بنایا تھا۔''

نمونہ کلام:

مقدر جاگتا تھا خواب غفلت میں نگہباں تھا
مبارک رات تھی جس شب کو عزم کوئے جاناں تھا